اللہ یار ثاقب
اسکالرپی ایچ۔ ڈی اردو، لاہور گیریژن یونیورسٹی ، لاہور
ڈاکٹر مشتاق عادل
صدر شعبہ اردو، یونیورسٹی آف سیالکوٹ، سیالکوٹ

اردو ناول میں تکنیکی رجحانات

Allah Yar Saqib
PhD Scholar, Department of Urdu, Lahore Garrison University, Lahore
Dr. Mushtaq Adil
Head Department of Urdu, University of Sialkot, Sialkot

Technical Trends in Urdu Novel

Technique is a tool which is used to describe a story in a special form with the help of style. All types of literature have this technique's tool. Without technique, poetry or prose is baseless. There are many techniques used in Novel by which novel's standard increased. Earlier, in Urdu novel, simple narrative, allegory, dramatic and dialogue techniques are adopted. Gradually new techniques came to the fore and the Urdu novel gradually developed. In addition to historical and psychological trends, dairy and epistolary techniques began to be used in novel. Where the progressive movement gave a new breadth to world literature, Urdu literature could not remain unaffected by it also. In this era, soliloquy, stream of consciousness, flash back and flash forward and free association trend of technique are adopted. In this article these techniques are discussed that are reason the progress of novel.

Key Words: *Technique, form, skills, similarities, charms, allegory, epistolary, Dairy, Critics, revealing secrets, Soliloquy, Consciousness, Symbolism, free association.*

کہانی انسان کی ازلی ساتھی ہے جو مختلف روپ بدلتی رہی، داستان سے افسانے اور افسانے سے چند لفظوں تک کی کہانی کا یہ سفر ہئیت، اسلوب، موضوع، نظریے اور فن کا مرہون منت ہے۔ یہ عناصر دراصل ایک ہی شجر کی

شاخیں ہیں جن میں سے ہر ایک شاخ کو تکنیک کہا جاسکتا ہے۔ تکنیک کے بارے میں مختلف آرا ہیں، کسی نے ہئیت کو تکنیک کہا، کسی نے فن کو تکنیک کہا اور کسی نے اسلوب کو تکنیک کہا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ تمام عناصر تکنیک کی مختلف صورتیں ہیں۔ جس طرح ایک کاریگر ایک عمارت کو بنانے کے لیے ایک نقشے کی پیروی کرتا ہے، وہ ایک ہئیت Form ہے۔ اب اس پر جو نقش و نگار مرتب کرے گا وہ فن Art ہو گا۔

تکنیک یونانی لفظ Technikos سے ہے جو انگریزی لفظ Technique کے توسط سے اردو میں آیا۔ آکسفورڈ ایڈوانس لرنرڈ ڈکشنری میں تکنیک کے معنی ہیں:

> "A method of doing or performing; especially in the arts or science "[1]

شان الحق حقی فرہنگ تلفظ میں تکنیک کے معنی لکھتے ہیں:

> "کسی فن کے اصول، گُر یا آزمودی طریقہ کار"[۲]

جبکہ قومی انگریزی اردو لغت میں تکنیک کی وضاحت ان الفاظ میں کی گئی ہے:

> " فنی پہلو، ڈھنگ، اسلوب، صعنت گری، لائحہ عمل، طریقہ کار، آداب فن، کاریگری، مہارت کار، تکنیکی مہارت۔"[۳]

لغوی معنوں کے بعد اگر ایک نظر اصطلاحی اور ادبی حوالے سے دیکھیں تو بھی اس کے متضاد معنی سامنے آتے ہیں، مثلاً ارسطو کے نزدیک:

> "تکنیک سے مراد وہ طریقہ جس سے فنکار اپنے موضوع کو پیش کرتا ہے۔"[۴]

اس تعریف کی رو سے موضوع کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ اور اس موضوع کو پیش کرنے کا جو طریقہ ہے وہ ثانوی حیثیت رکھتا ہے۔ اسی بات سے متاثر ہو کر ڈاکٹر محمد اشرف کمال تکنیک پر بات کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "تکنیک سے مراد ادب کی مختلف اصناف میں مواد کی پیش کش کا انداز اور سانچہ (ہے) تکنیک کے ذریعے ہم افسانہ، ناولٹ اور ناول میں فرق کو محسوس کرسکتے ہیں۔"[۵]

ڈاکٹر ممتاز احمد خاں نے ناول کی تکنیک کو ہئیت سے جوڑا ہے وہ لکھتے ہیں:

> "تکنیک وہ طریقہ یا Method ہے جس کو بروئے کار لا کر افسانے یا ناول کی ہئیت کی تشکیل کی جاتی ہے۔"[۶]

کوئی بھی صنفِ ادب ہو اس کے لیے ایک خاص ہئیت یا فارم مخصوص ہوتی ہے۔ جو اس کو دیگر اصناف سے الگ کرتی ہے۔ شاعری ہو یا نثر، دونوں میں ہئیت کو بنیادی اہمیت حاصل ہے کیوں کہ دنیا کی کوئی چیز بھی اس کے لیے

ایک مخصوص شکل کا ہونا ضروری ہے۔ ہئیت کے لغوی معنی پیکر، صورت، شکل اور ساخت کے ہیں۔ جب کہ اصطلاحی معنوں میں:

"ہئیت دراصل واردات و تجربات کی اس وضع کا نام ہے جو لفظوں کے ذریعے قاری یا سامع کے سامنے پیش کی جاتی ہے۔"(۷)

ہئیت ایک ایسا آلہ ہے جس سے ایک صنف دوسری صنف سے جدا ہوتی ہے۔ غزل کے لیے قافیہ ردیف کا ہونا، مثنوی کے لیے مخصوص وزن اور اشعار کی ترتیب، بیت، مثلث، مربع، مخمس اور مسدس وغیرہ کے لیے اشعار کا مخصوص ہونا، ہئیت کا مرہون منت ہے۔ اسی طرح داستان، ناول، افسانے کے اجزائے ترکیبی اور خاص شکل ان کو الگ پہچان دیتے ہیں۔ اگر ناول میں فن کی بات کی جائے تو یہاں بھی تضاد پایا جاتا ہے۔ فن بعض کے نزدیک ان عناصر ترکیبی میں سے ہیں جن سے ناول تشکیل پاتا ہے۔ ناول کے ارتقائی مراحل کو بھی فن کہا گیا ہے۔ ڈاکٹر محمد احسن فاروقی نے فن (فنکاری) اور تکنیک (ٹکنیک) کو فقط ناول کا ایک عنصر قرار دیا ہے۔(۸) جب کہ اسلوب طرز، طریقے، نمونے اور صورت کا نام ہے۔ ادبی نقطہ نظر سے اسلوب وہ ہنر ہے جو ایک سیدھی سادی اور واجبی چیز کو نکھار بخشتا ہے۔ اس میں حسن پیدا کرتا ہے۔ اور اس حسن میں صاحب ہنر کا پرتو نظر آتا ہے۔ ن م راشد اسلوب سے متعلق رقم طراز ہیں:

"اسلوب بیان زبان کی اس خصوصیت کا نام ہے جو پوری صحت سے اور کامل طور پر ہمارے جذبات اور خیالات کو آشکار کرے۔"(۹)

اگر ہئیت، فن اور اسلوب کے لغوی معنوں میں پر غور کیا جائے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ تینوں میں بہت زیادہ مماثلت موجود ہے۔ اس مماثلت کو مزید اس وقت تقویت ملتی ہے جب اہل فکر و دانش نے مختلف انداز میں تکنیک کا مرکز و محور انھی میں سے کسی کو ٹھہرایا ہے۔ یعنی تکنیک کسی دیگر چیز کا نام نہیں بلکہ وہ ہئیت سازی، فن گری اور اسلوب کا نام ہی ہے۔

تکنیک کی تعریف بیان کرتے ہوئے ممتاز شیریں لکھتی ہیں:

"فنکار مواد کو اسلوب سے ہم آہنگ کر کے اسے ایک مخصوص طریقے سے متشکل کرتا ہے۔۔۔ مثلاً ایک برتن بنانے کے لیے سب سے پہلے مٹی کی ضرورت ہے۔ اسے 'خام مواد' سمجھ لیجیے۔ پھر اس میں رنگ ملایا جائے گا۔ یہ 'اسلوب' ہے۔ پھر کاریگر مٹی اور رنگ کے اس مرکب کو اچھی طرح گوندھتا، توڑتا مروڑتا، دباتا کھینچتا، کسی حصے کو گول کسی کو چوکور، کہیں لمبا، کہیں گہرا، اور مخصوص شکل پیدا ہونے تک اس طرح ڈھالتا چلا جاتا ہے۔ تکنیک کے لیے یہ ایک موٹی سی مثال ہے۔"(۱۰)

مندرجہ بالا پہلے فقرے پر غور کیا جائے تو ہمارے سامنے چار چیزیں آتی ہیں:

الف۔ مواد ب۔ اسلوب ج۔ مخصوص طریقہ د۔ شکل

جو اس بات کی غماز ہیں کہ اسلوب، فن اور ہئیت ایک ہی جسم کے اعضا ہیں۔ تکنیک کی تعریف کم سے کم الفاظ میں اور جامع بھی ہو تو درج ذیل الفاظ میں کر سکتے ہیں۔

تکنیک وہ کاریگری ہے جس کے ذریعے معاشرے میں بکھرے واقعات کو لفظوں کی سحر انگیزی سے سجا سنوار کر، اسلوبیاتی پیرہن پہنا کر ایک مجسم صورت میں صفحہ قرطاس پر منقش کرنا ہے۔ یہ صورت ناول، افسانہ یا کوئی دیگر صنف ادب بھی ہو سکتی ہے۔

تکنیک کی تکمیل ہئیت، فن اور اسلوب کے بغیر ادھوری ہے۔ اور کوئی تخلیقی ادب تکنیک کے بغیر نامکمل ہے۔ زندگی کی رنگ رنگی کو ناول میں بیان کرنے کے لیے کسی تکنیک کا استعمال ضروری ہے۔ ناول نگاری میں جو تکنیکی امور سامنے آتے ان کو مجموعی طور پر تکنیک کہا جاتا ہے۔ جن کی دو اقسام ہیں:

الف۔ ہئیتی تکنیک ب۔ اسلوبیاتی و نظریاتی تکنیک

ہئیت کے لحاظ سے تکنیک کی اقسام درج ذیل ہیں:

بیانیہ تکنیک: Narration/Narrative

افسانوی ادب کی بنیادی اور مقبول ترین تکنیک "بیانیہ" ہے۔ اس تکنیک میں ناول نگار یا تو خود قاری سے مخاطب ہوتا ہے یا کسی اور فرد کے ذریعے ناول کے کرداروں کا تعارف کراتا ہے۔ اس تکنیک کو روایتی تکنیک کی حیثیت بھی حاصل ہے۔ بیانیہ تکنیک کو نثر کی خوبصورتی کا ذریعہ بیان کیا جاتا ہے جیسے ابوالاعجاز حفیظ صدیقی رقم طراز ہیں:

"اچھی بیانیہ نثر کی خوبی یہ ہے کہ اس میں واقعات اس طرح بیان کئے جائیں گے کہ واقعات کا سلسلہ ٹوٹنے نہ پائے۔"(۱۱)

بیانیہ کسی تحریر یا فن پارے میں مختلف واقعات کی ایک ترتیب ہے جو یکے بعد دیگرے نظر آتے ہیں۔۔ بیانیہ تکنیک میں ناول نگار کسی مطالعے، مشاہدے، تجربے یا حکایت کو ایک کہانی کی صورت پیش کرتا ہے۔ کہانی کی روایت صدیوں پرانی ہے۔ جو بیانیہ تکنیک کی مرہون منت رہی ہے۔ لیکن جدید دور میں بعض مصنفین نے اس کو نظر انداز کرنے کی کوشش کی ہے لیکن بیانیہ کے بغیر ناول کی روح برقرار نہیں رہتی بلکہ مجروح ہوتی ہے۔ اردو کے چند ناولوں کو چھوڑ کر زیادہ تر ناول اسی تکنیک میں لکھے گئے ہیں۔ ممتاز شیریں لکھتی ہیں:

"بیانیہ صحیح معنوں میں کئی واقعات کی ایک داستان ہوتی ہے جو یکے بعد دیگرے سے علی الالترتیب بیان ہوتے ہیں۔ ہم بیانیہ کو بقول عسکری کہانیہ بھی کہہ سکتے ہیں۔"(۱۲)

تمثیل: **Allegory**

تمثیل عربی زبان کا لفظ ہے۔ جس کے معنی کثرت یا زیادتی کے ہیں۔ تمثیل انگریزی لفظ Allegory کے معنوں میں استعمال ہوتی ہے۔ تمثیل ایک ایسی تکنیک ہے جس کے ذریعے تخلیق کار واقعات کا بیان نہ تو خود کرتا ہے اور نہ ہی کرداروں کے ذریعے بتاتا ہے بلکہ واقعے کی تفصیل ان کرداروں کے اقوال وافعال اور ان کی حرکات وسکنات کے ذریعے سے سامنے آتی ہے۔ تمثیل میں جانور یا بے جان چیزیں بطور کردار انسان کی نمائندگی کرتی ہیں۔ اس تکنیک میں غیر مرئی چیز کو مرئی بنا کر پیش کیا جاتا ہے۔ڈپٹی نذیر احمد، شرر اور راشد الخیری کے ناولوں میں اس تکنیک کو جزوی طور پر استعمال کیا گیا ہے۔

ڈرامائی یا مکالماتی تکنیک: **Dramatic**

مکالماتی تکنیک ایسی تکنیک ہے جس میں ناول نگار یا ادیب اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا بل کہ کردار اپنا تعارف بھی خود کراتے ہیں۔ وہ خود ہی آپس میں گفت وشنید کرتے ہیں اور اس کی وضاحت کرتے ہیں۔ کرداروں کے جملہ حالات، تاثرات، واقعات، خیالات اور جذبات انھی کی زبانی بیان کیے جاتے ہیں۔ اس تکنیک میں ناول کے کرداروں اور قاری کے درمیان براہ راست تعلق معلوم ہوتا ہے۔ اردو کے اکثر ناولوں نگاروں نے مکالمے کی صورت میں اس تکنیک سے استفادہ کیا ہے۔

مکاتیبی تکنیک: **Epistolary Technique**

وہ تکنیک جس میں ناول نگار مکتوب یا خط لکھ کر اپنے جذبات کی عکاسی کرے۔ کسی ناول میں دو افراد کے درمیان کی گئی خط وکتابت مکاتیبی تکنیک کہلاتی ہے۔ ایسا ناول لکھنا مشکل کام تو ضرور ہے لیکن قاری ایسے ناول دلچسپی سے پڑھے گا۔ انگریزی کا پہلا ناول "پامیلا" اسی تکنیک میں لکھا گیا۔ڈپٹی نذیر احمد کے ناولوں میں اس تکنیک کا وجود موجود ہے۔ اس کے علاوہ اس تکنیک کو قاضی عبد الغفار نے "لیلی کے خطوط" میں، عزیز احمد نے "شبنم"، جمیلہ ہاشمی نے "تلاش بہاراں"، رضیہ فصیح احمد نے "آبلہ پا"، انتظار حسین نے "بستی" میں اور قرۃ العین نے متعدد ناولوں میں استعمال کی ہے۔

ڈائری کی تکنیک **Dairy**

ڈائری ایک ایسا روزنامچہ ہے جس میں کوئی شخص اپنے شب و روز کے حالات و واقعات قلم بند کرتا ہے۔ اس تکنیک کو روزنامچے کی تکنیک بھی کہہ سکتے ہیں۔ اردو ناول میں قاضی عبد لغفار نے "مجنوں کی ڈائری" لکھ کر ایک عمدہ مثال قائم کی ہے۔

خطابیہ تکنیک

خطابیہ ایک ایسی تکنیک ہے جس میں ناول کا کوئی کردار تقریر، وعظ و پندار، نصیحت یا جلسے جلوسوں سے خطابت کرتا ہے۔ اس خطابت میں جوش و جذبہ پایا جاتا ہے۔ کسی تحریک کو چلانے کے لیے، کسی موضوع کی طرف توجہ دلانے کے لیے ایسی تکنیک اپنائی جاتی ہے۔ اگرچہ پورا کا پورا ناول تو اس تکنیک میں نہیں لکھا جا سکتا تاہم اکثر ناول ایسے ہیں جن میں مکالمہ وعظ کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ خطابیہ کی وجہ سے ناول میں تدبر اور بزرگی کا گمان ہوتا ہے۔ اس لیے یہ کام کسی تجربہ کار کردار کو ہی اچھا لگتا ہے۔ والٹر پیٹر نے اپنے ناولوں میں خطابیہ تکنیک استعمال کی۔ اردو میں کرشن چندر کے ناول "گدھے کی سرگذشت" میں ایسے عناصر موجود ہیں۔ نسیم حجازی کے ناولوں میں وعظ اور تقریروں کا انبار ہے۔

سوانحی تکنیک Autobiography

سوانح نگاری دو طرح کی ہوتی ہے ایک آپ بیتی جس میں مصنف خود اپنی زندگی کے بارے میں لکھتا ہے اور دوسری جگ بیتی یعنی کسی دوسرے شخص کی زندگی کو بیان کرنا۔ آپ بیتی سے یہ خیال ذہن میں گزرتا ہے کہ وہ واقعات جو کسی انسان پر گزرتے ہیں ان کو قلم بند کرنا آپ بیتی ہے۔ تعریف کی حد تک تو یہ بات ٹھیک ہے لیکن آپ بیتی میں فرد واحد نہیں ہوتا بلکہ اس میں ارد گرد کے لوگ ہوتے ہیں، خاندان ہوتے ہیں، رشتے دار ہوتے ہیں۔ تعلیمی و تربیتی ادارے ہوتے ہیں۔ تہذیبی، سیاسی، سماجی اور ثقافتی واقعات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یوں کہہ سکتے ہیں کہ آپ بیتی کسی شخص کی زندگی کے بارے میں مفصل روداد ہوتی ہے۔ آپ بیتی کے بارے میں احمر رفاعی رقم طراز ہیں:

> "کسی فرد کی پیدائش سے وفات تک کے واقعات کی مفصل روداد جس میں زندگی کی اہم ترین جزئیات یعنی اعمال و افکار کا بھرپور احاطہ کیا جاتا ہے۔ اس لحاظ سے اسے کسی بھی زندگی کی مکمل و مفصل تاریخ کہا جا سکتا ہے۔"(۱۳)

سوانح عمری یا آپ بیتی صرف تکنیک کے طور پر ہی استعمال نہیں ہوئی بلکہ بعض ناقدین نے تو کسی حد تک اس کو بھی فکشن کا حصہ قرار دیا ہے۔ ڈاکٹر سہیل احمد لکھتے ہیں:

> "بیشتر ناقدین کو اس بات پر اتفاق ہے کہ آپ بیتیاں بڑی حد تک فکشن ہوتی ہیں اور افسانوی تار و پود سے حقائق کو الگ کرنا مشکل کام ہے۔"(۱۴)

ویسے تو کئی اردو ناولوں میں اس تکنیک کو استعمال کیا گیا ہے مگر جن ناولوں میں واضح طور پر یہ تکنیک نظر آتی ہے ان میں مرزا ہادی رسوا کے ناول امراؤ جان ادا اور افشائے راز، پریم چند کا ناول نرملا، عصمت چغتائی کا ناول

ٹیڑھی لکیر، ممتاز مفتی کا ناول علی پور کا ایلی اور الکھ نگری، قرۃ العین حیدر کا ناول کارِ جہاں دراز، رضیہ فصیح احمد کا آبلہ پا اور خدیجہ مستور کا ناول آنگن قابل ذکر ہیں۔

ب: اسلوبیاتی یا نظریاتی تکنیک

ناول میں ہئیت کے علاوہ تکنیک کی دوسری قسم اسلوبیاتی یا نظریاتی تکنیک کہلاتی ہے جس کی ذیل اقسام درج ذیل ہیں:

خود کلامی کی تکنیک: Soliloquy

عام زندگی میں دیکھتے ہیں کہ کوئی شخص چلتے چلتے خود سے باتیں کرتا جاتا ہے۔ عام طور پر ایسا رویہ اختیار کرنے والے شخص کو "پاگل" جیسے لفظ سے نوازا جاتا ہے۔ ادبی حوالے سے دیکھا جائے تو وہاں بھی واحد متکلم بولتا نظر آتا ہے۔ خود کلامی کی یہ تکنیک ڈرامے، ناول اور افسانے میں استعمال ہوتی ہے۔ دراصل خود کلامی لاشعوری طور پر انسان کے ایسے جذبات کی عکاسی کرتی ہے جو وہ بتا نہیں سکتا۔ خود کلامی کی تکنیک میں یہ محسوس ہوا ہے کہ خود کلامی کرنے والا شخص قاری سے مخاطب ہے اور اس سے باتیں کر رہا ہے۔ اردو کے اکثر ناولوں میں یہ تکنیک استعمال کی گئی ہے۔

شعور کی رو: Stream of Consciousness

ادب اور نفسیات میں گہرا تعلق ہے۔ جب داستانوی نے ادب جدید نظریات کو اپنایا تو فرد کی داخلی زندگی پر خاص توجہ دی گئی۔ ادب جن نئی تکنیکوں سے روشناس ہوا ان میں فرائیڈ، ریڈلر اور ژونگ کی تکنیکیں قابل ذکر ہیں۔ یہ تکنیکیں لاشعوری پر انسانی ذہن کو متاثر کرتی ہیں جن میں ایک "شعور کی رو" بھی ہے۔
ولیم جیمس شعور کی رو سے متعلق لکھتے ہیں:

> "Memories, thought and feeling exist out site the primary consciousness and that they appear to me not as a claim but as stream flow."(۱۵)

ولیم جیمس کے نزدیک انسانی یادیں، خیالات اور احساسات اس کے ذاتی شعور کا حصہ ہوتے ہیں۔ جو تحت الشعور اور لاشعور سے رابطہ کرتی ہیں اور ان حقائق سے پردہ واہ کرتے ہیں جن کا وجود ظاہری دنیا میں نہیں ہوتا بلکہ فن کار کے ذہن متخیلہ کا کام ہوتا ہے۔ شعور کی رو ایک بہتی ہوئی رو کی طرح معلوم ہوتی ہیں جن میں ماضی، حال اور مستقبل کا بہاؤ ہوتا ہے جو کسی مخصوص ترتیب کے بجائے انتشار میں رہتا ہے۔ شعور کی رو سے متعلق ڈاکٹر عمر فاروق رقم طراز ہیں:

"انسان کے ذہن میں آسمان پر چمکنے والی بجلی کی طرح خیالات و احساسات اور یاداشت کے کوندے لگاتار لپکتے رہتے ہیں جن میں کوئی منطقی ربط نہیں ہوتا۔ خارج کے ہلکے سے تحرک پر ذہن میں احساسات، یادداشت اور توقعات و خدشات کا بغیر کسی ربط کے ایک سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اس طرح آدمی حال سے ماضی یا مستقبل میں، مستقبل سے حال یا ماضی میں، ماضی سے حال یا مستقبل میں سفر کرنے لگتا ہے۔"(۱۶)

ناول میں کرداروں کی فطرت اور ان کی ذہنی کیفیت کو سمجھنے کے لیے "شعور کی رو" کا استعمال کیا جاتا ہے۔ جن ناولوں میں شعور کی رو استعمال کی گئی ہے ان سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ اس سے کردار کی نفسیاتی کیفیت ابھر کر سامنے آتی ہے۔ جس سے اس کردار کے ماضی اور حال کے حالات سے آگاہی حاصل ہوتی ہے۔ اردو ناول میں "شعور کی رو" کا شعوری طور پر استعمال سجاد ظہیر نے اپنے ناول "لندن کی ایک رات" میں کیا ہے۔ قرۃ العین حیدر نے اردو ناول میں اس تکنیک کو دوام بخشا ہے۔ قاضی عبد الستار کا نام اس حوالے سے بڑا معتبر ہے۔

فلیش بیک اور فلیش فارورڈ تکنیک: Flash back and Flash Forward

فلیش بیک کی تکنیک ایسی تکنیک ہے جس میں شعور کی رو کی طرح ماضی اور حال کے واقعات بیان کیے جاتے ہیں۔ شروع میں یہ تکنیک فلموں میں استعمال کی گئی جس کے بعد یہ تکنیک افسانوی ادب میں در آئی۔ اس کے ذریعے ناول نگار کافی حد تک زمانی و مکانی پابندیوں سے آزاد ہو کر ماضی قریب سے ماضی بعید کی طرف سفر کرتا ہے۔

ڈکشنری آف لٹریری ٹرمز کے مطابق فلیش بیک:

> "A term which is properly derives from cinema, and which is now also used to describe any scene or episode in a play. Novel, story or poem, which is inserted to show events that, happened at an earlier time, it is frequently used in modern fiction."(۱۷)

اردو ناول میں اس تکنیک کو قرۃ العین حیدر، کرشن چندر (جب کھیت جاگے)، جیلانی بانو، قاضی عبد الستار، حیات اللہ انصاری، راجندر سنگھ بیدی، عصمت چغتائی، جمیلہ ہاشمی (تلاش بہاراں)، خدیجہ مستور (آنگن)، انتظار حسین (بستی) اور عبد اللہ حسین (اداس نسلیں) نے پیش کیا ہے۔

علامت نگاری: Symbolism

۱۸۸۵ء میں فرانس میں بودیلر نے اس تکنیک کو استعمال کیا۔ بودیلر نے فطرت کو ایک حقیقت کی علامت میں رکھا جب کہ ایڈگرین پونے اس تکنیک کو پروان چڑھایا۔ "مارسل پرادست" پہلے نامور ادیب ہیں جس نے علامت نگاری کو افسانوی ادب میں پیش کیا۔ جیمس جوئس کی "یولیسس" کا نام بھی نمایاں ہے۔ علامت کا انگریزی متبادل لفظSymbol ہے۔ جس سے مراد وہ لفظ ہے جو ظاہری مفہوم سے ماورا ہو۔ قطعی معنویت سے عاری ہو۔ علامت نگاری انیسویں صدی کے آخری ربع میں حقیقت پسندی کے رد عمل کے طور پر ابھرنے والی ادبی تحریک ہے جس کو بطور تکنیک افسانوی ادب میں استعمال کیا گیا۔ اردو میں ابتدائی طور پر اسے شاعری میں استعمال کیا گیا بعد ازاں افسانوی ادب میں ممتاز شیریں اور انتظار حسین وغیرہ نے استعمال کیا۔

آزاد تلازمہ خیال Free Association

آزاد تلامہ خیال نفسیات کی ایک اصطلاح ہے جس نے ادبی نظریات میں اپنا مقام حاصل کر لیا ہے۔ عام فہم زبان میں اگر اس کو سمجھنے کی کوشش کریں تو یوں کہہ سکتے ہیں کہ بات سے بات نکلنا آزاد تلازمہ کی ایک صورت ہے۔ ایک خیال میں دوسرا خیال در آنا آزاد تلامہ خیال ہے۔ آزاد تلازمہ خیال کا تعلق زمانی بھی ہو سکتا ہے اور مکانی بھی۔ ایک طالب علم کلاس میں بیٹھا پڑھ رہا اور چند ساعتوں کے لیے اس کا ذہن لاشعوری طور پر کہیں اور چلا جاتا ہے۔ کئی خیال اس کے ذہن میں آنے لگتے ہیں، بظاہر وہ کلاس میں ہوتا ہے لیکن اس کا دماغ حاضر نہیں ہوتا۔ یکا یک وہ واپس کلاس میں حاضر ہوتا ہے، اس عمل کو آزاد تلازمہ خیال کہتے ہیں۔ آزاد تلازمہ خیال میں زمانے کا آپس میں تکرار ہو سکتا ہے۔ واقعات آپس میں الجھ سکتے ہیں۔ یعنی ایک شخص کی نظروں کے سامنے دو حادثے ہوتے ہیں۔ جب وہ کسی کو بتانے لگتا ہے دونوں واقعات اس کے ذہن میں ابھر کر آرہے ہیں۔ ڈاکٹر عمر فاروق تلازمہ خیال سے متعلق لکھتے ہیں:

> "انسانی ذہن ہمہ وقت متحرک رہتا ہے اس کے لیے کوئی لفظ یا خیال Stimulus کا کام کرتا ہے اور تحت الشعور میں خوابیدہ خیالات کو بیدار کر دیتا ہے۔ سلسلہ ہائے خیالات کا سیلاب شعور میں آتا ہے جن میں بظاہر کوئی منطقی ربط نہیں ہوتا لیکن ان کی تہہ میں ایک معنوی رشتہ ضرور ہوتا ہے جسے ماہرین نفسیات آزاد تلازمہ سے تعبیر کرتے ہیں۔"[۱۸]

تجریدیت Abstractness

عام طور پر علامت اور تجریدیت کو ایک ہی چیز تصور کیا جاتا ہے مگر دونوں مختلف تکنیکیں ہیں۔ تجریدیت بنیادی طور پر مصوری کی اصطلاح ہے جس میں فنکار کے تاثرات مختلف رنگوں کے ذریعے پیش کیے جاتے ہیں۔ قاضی عابد تجریدیت سے متعلق لکھتے ہیں:

"ہر وہ مادہ شے جو پیکر نہ رکھتی ہو، مجردہ، تجریدی یا تجریدیت کے زمرے میں شمار ہوتی ہے۔ یہ کوئی تصور بھی ہو سکتا ہے۔ شے بھی اور صورتحال بھی۔"(۱۹)

علامات اور تجریدیت الگ الگ دو چیزیں ہیں۔ تجریدیت سے مراد "بے صورت" کے ہیں۔ تجریدی کہانی عام کہانی کی طرح موضوع نہیں ہوتا۔ اس کا تعلق شعور سے لاشعور کی طرف ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں تجریدیت جملوں کی شناخت اور روایت کو توڑ کرنئے تجربات بھی تجریدیت کے زمرے میں آتے ہیں۔

نوسٹیلجیا: Nostalgia

نوسٹیلجیاNostalgiaدو یونانی الفاظNostos"واپسی" اورAlgos"درد"کا مجموعہ ہے۔ اردو میں "درد سے گھر واپسی" کہہ سکتے ہیں۔ علم نفسیات میں یہ اصطلاح نفسیاتی مریضوں کے اعلاج کے لیے استعمال کی جاتی ہے۔ نوسٹلیجیا اصل میں ایک احساس کا نام ہے اور یہ ان لوگوں میں زیادہ ہوتا ہے جو تارکین وطن ہیں، دیگر ممالک میں قیام پزیر ہیں۔ نوسٹیلجیا کو بطور تکنیک پہلے پہل شاعری میں اور پھر افسانوں میں کثرت سے استعمال کیا گیا ہے تاہم بعض ناولوں میں بھی یہ تکنیک بازگشت کرتی نظر آتی ہے۔ اس تکنیک سے تحریر میں ماضی کی یادیں ابھر کر سامنے آتی ہیں۔ صرف ماضی کے جذبے، رشتے اور واقعات ہیں نہیں بلکہ بے جان چیزیں بھی عزیز لگتی ہیں۔ نوسٹیلجیا وہ آئینہ ہے جو میں ماضی کو حال میں دیکھا جاتا ہے۔

تحلیل نفسی کی تکنیک: Psycho-analysis

تحلیل نفسی بھی فرائڈ کے نفسیاتی نظریے سے تعلق رکھتی ہے کیوں کہ فرائڈ نے یہ طریقہ اعصابی مریضوں کے علاج کے لیے وضع کیا تھا۔ اس تکنیک کے تحت لاشعور کی تفہیم و تشریح سائنسی بنیادوں پر کی جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ عملی زندگی میں اس کی خاص اہمیت ہے۔ انسانی مزاج اور اس کے ذہن کو سمجھنے کے لیے یہ علم وجود میں آیا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ یہ علم ابتدائے انسانی کے ساتھ ہی وجود میں آگیا تھا لیکن اس کو کوئی نام نہیں دیا گیا۔ انسانی رویے کو سمجھنے کے لیے تگ ودو کرنا نفسیات کے ہی زیر اثر ہے۔ کیوں کہ تحلیل نفسی سے انسانی رویے، ذہنی کیفیت اور ذہنی افعال کو پرکھنے کے لیے بڑی مدد ملتی ہے۔ تحلیل نفسی نہ صرف مریض کے علاج کا ایک ذریعہ ہے بل کہ ادب میں انسانی مسائل کو سمجھنے اور اُن کے حل کرنے کا ایک ذریعہ بھی ہے۔

حقیقت نگاری / حقیقت پسندی: Realism

فلسفہ سے تعلق رکھنے والی اس اصطلاح کا آغاز فرانس سے انیسویں صدی کے وسط میں ہوا۔ اس تکنیک کے تحت اصل بات کی طرف ہی توجہ دی جاتی ہے۔ اس پر یقین رکھنے والوں کا عقیدہ ذہن اور شعور سے ہٹ کر مادی حقیقت پر قائم ہوتا ہے۔ حفیظ صدیقی حقیقت نگاری کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"ادب میں اشیاء اشخاص اور واقعات کو کسی قسم کے تعصب ،عینت، موضوعیت اور رومانیت سے آلودہ کئے بغیر دیانت و صداقت کے ساتھ پیش کرنے کی کوشش حقیقت پسندی یا حقیقت نگاری کہلاتی ہے۔"(۲۰)

حقیقت پسندی دراصل زندگی کی ایسی تصویر کشی ہے جس پر اصل ہونے کا گمان ہو۔ ایک ادیب جو دیکھے گا وہ من وعن ضبطِ تحریر میں لائے گا۔ ایسی تحریروں میں روزمرہ کے عمل انسانی زندگی سے جڑے ہوتے ہیں۔ ان پر کسی قسم کی ملمع کاری نہیں ہوتی۔ فرانس سے تعلق رکھنے والے ادیب شان فلیوری نے سب سے پہلے حقیقت نگاری کو بطور تحریک متعارف کرایا۔ زندگی کو فطرت کے مطابق بیان کرنے کا نام حقیقت نگاری ہے۔ حقیقت نگاری میں تاریخی تناظر کا ہونا بھی ضروری ہے اور معاشرے کے اصل واقعات سے آگہی بھی ہونا ضروری ہے۔ کہانی میں حقیقی زندگی کا شائبہ لانے والے حقیقت نگار کہلاتے ہیں۔ ناول میں سب سے پہلے حقیقت نگاری کو بطور تحریک کے فرانسیسی ناول نگاروں؛ بالزاک، فلابیر اور گون کور نے متعارف کرایا۔ انیسویں صدی میں ہی یہ تکنیک انگریزی اور روسی ناول نگاروں نے بھی اپنائی۔ اردو میں داستان سے ناول کی طرف جو سفر جاری ہوا وہ بھی حقیقت پسندی کا مرہون منت ہے۔ اسی تحریکی تکنیک میں فطرت پسندی یا فطرت نگاری جیسے رجحانات بھی آئے۔

ماورائے حقیقت پسندی/ سرریئلزم Surrealism

جدید فن کی ایک ایسی صورت ہے جس میں ایک فنکار اپنے تخیلات و افکار حقیقی صورت میں بے ترتیبی میں پیش کرتا ہے، لیکن اس میں آنکھ کا کھلا ہونا ضروری ہے۔ حقیقت کی ضد ماورا حقیقت ہے جس کو سرریئلزم کا نام دیا گیا ہے۔ اس تحریک کا عرصہ ۱۹۲۰ سے ۱۹۳۰تک ہے۔ ۱۹۲۰ءمیں "آندرے بریتون" نے سرریلزم کی بنیاد رکھی۔ فرانس اور یورپ میں یہ ایک تحریک کی صورت میں وجود میں آئی جو تین ادوار پر مشتمل تھی۔ پہلے دور میں اس پر اشتراکیت کا اثر رہا، دوسرے دور میں اس پر انقلابی کیفیت چھائی رہی اور تیسرے دور میں یہ جمالیات کے زیر اثر آ گئی۔ یہ اثر فن میں رائج ہوا۔ ادب میں لاشعور کے حوالے سے کئی نظریات اور تجربات پیش کیے گئے لیکن سرریئلزم میں کسی نظریے، کسی روایت یا کسی اصول وضابطے کی پابندی نہیں کی جاتی۔ ڈاکٹر اشرف کمال لکھتے ہیں:

"سریلزم کے مطابق انسان اور اس کی شخصیت کی تعمیر و تکمیل میں شعور کے ساتھ ساتھ لاشعور بھی اپنا کام کر رہا ہوتا ہے۔ بہت سی باتیں شعور کی بجائے لاشعور کے پنگھوڑے میں پرورش پاتی ہیں"(۲۱)

اندرے بریتوں نے جب سرریئلیزم کا پہلا منشور جاری کیا تو اس نے کہا کہ ذہن کو منطق اور تعقل کے بے جا غلبے سے آزاد کیا جائے۔

اینٹی ناول: Anti Novel

روایات سے انحراف کرتے ہوئے کہانی بیان کرنا اینٹی ناول کہلاتا ہے۔ایسے ناول میں نہ تو کوئی پلاٹ ہوتا ہے اور نہ کوئی کردار سازی ہوتی ہے بل کہ اس میں واقعات کا انتشار بھی پایا جاتا ہے۔اینٹی ناول اپنے قواعد و قاعدے خود تیار کرتا ہے۔

> اینٹی ناول، ناول کے الٹ ہوتا ہے۔ اس میں مسلمہ اصولوں سے انحراف کی کیفیت پائی جاتی ہے۔ اس میں پلاٹ، کردار، اور قصہ مقررہ اصول وضوابط کی پابندی کرتا نظر نہیں آتا۔"(۲۲)

اینٹی ناول کی ابتدا بیسوی صدی میں ہی ہوئی اور اس کی بہترین مثال لارنس سٹرن کا ناول "ٹرس ٹریم شینڈی" ہے۔ اردو ناول میں اس تکنیک کے شواہد قرۃ العین حیدر کے ناول "آگ کا دریا"،"خوشیوں کا باغ" اور "باگھ" میں ملتی ہے۔ اس تکنیک میں لکھے گئے ناول کو تجرباتی ناول بھی کہتے ہیں۔ماضی حال اور مستقبل میں کوئی خاص ترتیب نہیں ہوتی۔ بعض ناول نگاروں نے تو یہاں تک ترقی کر لی ہے کہ ناول کا ہر صفحہ الگ دلچسپی رکھتا ہے۔یعنی تاش کے پتوں کی طرح پھینٹ کر بغیر کسی ترتیب کے بھی پڑھا جاسکتا ہے۔

اینٹی ہیرو: Anti Hero

عام طور پر داستان، فلم، ڈرامے یا ناول کا مرکزی کردار ہیرو ہوتا ہے۔ اس میں غیر فطری خصوصیات ڈال دی جاتی ہیں۔ وہ انتہا درجے کا طاقتور اور ذہین و فطین ہوتا ہے۔ بڑے بڑے معرکے آنکھ جھپکتے سر انجام دیتا ہے۔ یہ ایک غیر فطری عمل ہے۔ جیت اور ہار انسان کی فطرت میں ہے۔ طاقتور سے طاقتور شخص بھی کبھی کبھی حالات کے ہاتھوں مجبور ہو جاتا ہے۔ حقیقی زندگی تو یہی ہے۔ بیسویں صدی میں جب دنیا کے حالات تبدیل ہوئے تو دینی اور اخلاقی اقدار بھی متاثر ہوئیں۔ لوگوں میں منفی رویوں نے جنم لیا تو ناول نگار نے ایسے افراد کو پکڑا جو معاشرے میں بگڑے ہوئے تھے۔ ان ناول نگاروں کے مطابق ایسے کردار معاشرے کی زبوں حالی، بے یقینی اور بے حسی کی نمائندگی کرتے ہیں، ایسے کرداروں کو مرکزی کردار دے کر الٹ ہیرو یعنی Anti-Hero کی تکنیک استعمال کی گئی ہے۔

ان کے علاوہ دادا ازم، پکارسیک، اظہاریت، تصوریت، ہجوم کی گفتگو، فاشزم، وجودیت، اجتماعی شعور، پرولتاریہ، بورژوا، تجربہ اور اشتیاق یا تذبذب ایسی تکنیکیں ہیں جو ناول میں استعمال ہو رہی ہیں۔ دادا ازم سے مراد بے ساختگی سے پیدا ہونے والے ہر خدا پر یقین ہے۔ اس تحریک یا تکنیک میں زنانہ پن سے نجات حاصل کرنا ہے۔ بچے کی زبان سے پہلا لفظ امی کی بجائے ابا Dada نکلنا چاہیے۔ دادا ازم فن کی دنیا میں محض انارکی اور لا قانونیت کی حیثیت رکھتا ہے۔ پکارسک بد معاشی اور غنڈہ گردی کرنے والے لوگوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اس قسم کا ناول مہماتی انداز کا

ہوتا ہے۔ پکاسک ناولوں نے رومانی اور شجاعت والے ناولوں کے رد عمل کے طور پر ظاہر ہوئے ہیں۔ کسی فنکار کی روحانی زندگی کے نجی داخلی رد عمل کا اظہار باطن نگاری یا اظہاریت کہلاتا ہے۔ اس تکنیک کے ذریعے فنکار پوری آزادی کے ساتھ کسی بھی چیز کے متعلق اپنے تاثرات لکھ سکتا ہے۔ اور اسے بیداری کا خوابDay Dream بھی کہتے ہیں۔ تصوریت کو بطور تکنیک ٹی ایف ہلمے(T.F Hulme) نے ۱۹۱۷ء میں متعارف کرایا۔ "ڈوروتھی رچرڈسن" نے اپنے ناولوں میں اس تکنیک کو خوبصورتی سے استعمال کیا ہے۔ اردو میں تصوریت کا استعمال زیادہ تر کلاسیکی شاعری میں پایا جاتا ہے۔ کسی ایک واقعہ، شخص یا چیز سے متعلق مختلف قسم کے لوگ خیال آرائیاں کرتے ہیں۔ ایسے ناول میں کسی خاص موضوع پر مختلف لوگوں کی مختلف آرا ہوں، لوگ طرح طرح کی باتیں اس واقعے سے جوڑیں۔ تو ایسی تکنیک کو ہجوم کی گفتگو یا Crowe Behaviour کہتے ہیں۔ ایسے ناول جن میں غریب کے استحصال کی بات کی گئے ہے وہ پرولتاری تکنیک کے زمرے میں آتے ہیں اور وہ طبقہ جو ذرائع پیداوار پر قابض ہوتا ہے اور مزدور طبقے یا محنت کش طبقے یعنی پرولتاریہ کا استحصال کرتا ہے اس کو بورژوا کہتے ہیں۔ جن ناولوں میں پرولتاری تکنیک استعمال کی گئی ہے لا محالہ طور پر ان میں برژوا تکنیک بھی شامل ہے۔ تجربہ نفسیات سے تعلق رکھتا ہے، انسان جب اپنے احساسات کے بل بوتے پر کسی بات سے اپنے ذہن پر کوئی تاثر لیتا ہے تو اسے تجربہ کہا جاتے ہے۔ کسی کہانی کے قاری، سامع یا ناظر کی وہ کیفیتِ انتظار جس میں ذہن اس تجسس آمیز سوال سے دوچار ہوتا ہے کہ اب کیا ہوگا، اب کیا ہونے والا ہے سسپنس کہلاتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ Oxford Advanced Learners Dictionary; 5th Ed, Oxford University Press, London, P:1226

۲۔ شان الحق حقی، فرہنگ تلفظ (دوسرا ایڈیشن)، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ص:۳۱۲

۳۔ جمیل جالبی، قومی انگریزی اردو لغت، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۹۲ء، ص:۲۰۷

۴۔ ارسطو، بوطیقہ، مترجم؛ عزیز احمد، اردو اکیڈمی، لاہور، ۱۹۶۵ء، ص:۲

۵۔ کمال، محمد اشرف، ڈاکٹر، اصطلاحات، بک ٹائم، کراچی، ۲۰۱۷، ص:۱۵۱

۶۔ ممتاز احمد خاں، آزادی کے بعد اردو ناول، محولہ بالا، ص:۵۴

۷۔ انور جمال، پروفیسر، ادبی اِصطلاحات (طبع سوم)، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، ۲۰۱۲ء، ص:۱۹۸

۸۔ فاروقی، محمد احسن، ڈاکٹر وڈاکٹر نور الحسن ہاشمی، ناول کیا ہے ؟، دانش محل، لکھنؤ، (انڈیا)، س۔ن، ص:۴۸
۹۔ راشد، ن۔م، اسلوب بیان، مشمولہ: اردو میں اسلوب اور اسلوبیات کے مباحث، مرتب: قاسم یعقوب، سٹی بک پوائنٹ، کراچی، ۲۰۱۷ء، ص:۲۹
۱۰۔ ممتاز شیریں، تکنیک کا تنوع۔ ناول اور افسانے میں، اردو رائٹرز گلڈ، الہ آباد، (انڈیا)، ۱۹۹۷ء، ص:۵
۱۱۔ حفیظ صدیقی، ابوالاعجاز، ادبی اصطلاحات کا تعارف، محولہ بالا، ص:۹۲
۱۲۔ ممتاز شیریں، معیار، نیا ادارہ، لاہور، ۱۹۶۳ء، ص:۵۳
۱۳۔ گیان چند، ڈاکٹر، اُردو میں تمثیل نگاری، مشمولہ: اُردو نثر کا فنی ارتقا، مرتب: ڈاکٹر فرمان فتح پوری، الوقار پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۳ء، ص:۱۹۴
۱۴۔ سہیل احمد خان، ڈاکٹر و محمد سلیم الرحمن، منتخب ادبی اصطلاحات، جی سی یونیورسٹی، لاہور، ۲۰۰۵ء، ص:۳۳
۱۵۔ ولیم جیمس، سائیکولوجی، نیویارک، ۱۹۲۰ء، ص:۱۴۹
۱۶۔ عمر فاروق، ڈاکٹر، اصطلاحاتِ نقد و ادب، بھارت آفیسٹ، دہلی (انڈیا)، ۲۰۱۴ء، ص:۱۷۴
۱۷۔ ڈکشنری آف لٹریری ٹرمز، ص:۲۶۷
۱۸۔ عمر فاروق، ڈاکٹر، اصطلاحاتِ نقد و ادب، محولہ بالا، ص:۱۸
۱۹۔ قاضی عابد، ڈاکٹر، بیسویں صدی میں منتخب تنقیدی اصطلاحات، معیار، شمارہ ۷، جنوری تا جون ۲۰۱۲ء، بین الاقوامی یونیورسٹی، اسلام آباد، ص:۴۴۶
۲۰۔ حفیظ صدیقی، ابوالاعجاز، ادبی اصطلاحات کا تعارف، محولہ بالا، ص:۲۰۵
۲۱۔ کمال، محمد اشرف، ڈاکٹر، اصطلاحات، محولہ بالا، ص:۳۷۷
۲۲۔ کمال، محمد اشرف، ڈاکٹر، اصطلاحات، محولہ بالا، ص:۷۸

References in Roman Script:

1. Oxford Advanced Learners Dictionary; 5th Ed, Oxford University Press, London, P:1226
2. Shan ul Haq Haqi, Farhang Talfuz (Dusra Edition), Muqtadira Qomi Zban, Islamabad, Page 312

3. Jamil Jalbi, Qomi Angrezi Urdu Lugat, Muqtadra Qomi Zuban, Islamabad, 1992, Page 702
4. Arastoo, Boteqa, Mutrajam, Aziz Ahmed, Urdu Academ, Lahore, 1965, Page 2
5.Kamal, Muhammad Ashraf , Dr, Istilahat, Book Time, Karachi, 2017, Page 151
6. Mumtaz Ahmed Khan, Azadi k bad Urdu Novel, Mahawala Bala, Page 54
7. Anwar Jamal, Professor, Adabi Istilahat (Taba Swm), National Book Foundation, Islamabad, 2012, Page 198
8. Farooq, Muhammad Ahsen, Dr, wa Dr, Noor ul Hassan Hashmi, Novel kia h? Danish Mehal , Lkahno (India), S N, Page 48
9. Rashid N M, Usloob Bian, Mashmoola: Urdu Main Usloob or Aslubiat k Mubahis, Muratab: Qasim Yaqoob, City Book Point, Karachi, 2017, Page 29
10. Mumtaz Shereenm Tecnec ka Tanawu, Novel or Afsany main, Urdu Writers gild, Alabad, (India), 1997, Page 5
11. Hafeez Siddiqui, Abu ul Ejaz, Adabi Istlihat ka taruf, Mahwalabala, Page 92
12. Mumtaz Sherein, Miar, Nea Idara, Lahore, 1963, Page 53
13. Gian Chand, Dr, Urdu Main Tamseel Nigari, Mashmoola: Udu Nasar Ka Fani Ertiqa, Muratab: Dr. Farman Fateh Puri, Alwaqar Publications, Lahore, 2003, Page 194
14. Sohail Ahmed Khan, Dr wa Muhammad Saleem ur Rehman, Muntakhib Adbi Istlihat, GC University, Lahore 2005, Page 33
15. William James, Pschylogy, Newyork, 1920, Page 149
16. Umar Farooq, Dr, Istilihat Naqad wa Adab, Bharat Offcest, Delhi (India), 2014, Page 174
17. Dictionary Of Literary Terms, Page 267
18. Umar Farooq, Dr, Istlihat e Naqad wa Adab, Mahwala Bala, Page 18
19. Qazi Aid, Dr, Beseain Sadi main Muntakhib Tanqeedi Estilaat, Meyar, Shumara 7 January ta June 2012, Bain alaqwami University, Islamabad, Page 446.

20. Hafeez Siddiqui, Abu ul Ejaz, Adai Istlihat ka taruf, Mahwalabala, Page 205
21. Kamal, Muhammad Ashraf, Dr, Istlihat, Mahawalabala, Page 377
22. Kamal, Muhammad Ashraf, Dr, Istlihat, Mahawalabala, Page 78